کشمیری مزاحمتی شاعری کے پچھتر سال

ثمینہ کوثر، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

DIAMOND JUBILEE OF KASHMIRI
RESISTANCE POETRY

Samina Kausar, PhD
Assistant Professor of Kashmir Studies
Punjab University Oriental College, Lahore

Abstract

Resistance literature has a prominent place in Kashmiri language. It begins with Lalla ‘Arifa's composition which she presented as an organized effort against the Brahmanism in 14th Century. Her poetry motivates people to live for high values shunning mundane gains at the cost of human dignity. Iqbal, Fauq, Mahjūr, Āzad and Manto enriched Kashmiri language with resistance literature. Kashmir is still in the shackles of slavery despite the departure of the British in 1947 from the sub-continent. Today, Kashmir is badly bleeding by the tyrant India. Presently, Amīn Kamil, Dina Nāth Nadim, Ḥusain ‘Ali, Tanha Ansari etc. are raising their voices through their verses against the illegitimate occupation of their mother land.

Keywords:
Kashmir, Resistance Poetry, Diamond Jubilee, Lalla Arifa, Ghani Kashmiri

مزاحمتی ادب کشمیری ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ کشمیر کے محب وطن شعرا ہر دور میں آمریت، استبداد، ناانصافی اور بیرونی حملہ آوروں کے خلاف ڈٹے رہے۔ کشمیر کا خوب صورت خطہ جسے جنت نظیر بھی کہا جاتا ہے، اپنی خوب صورتی کی وجہ سے غیر ملکی حملہ آوروں کی ہوس کا نشانہ بنتا رہا ہے۔

وادی کشمیر شعر و عرفان کی سر زمین رہی ہے اور آج بھی ہے۔ کشمیری شاعری بنیادی طور پر انقلاب انگیز شاعری ہے۔ کشمیری شاعروں نے اپنے وطن میں ہونے والے مظالم کو اپنی شاعری میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کا باقاعدہ آغاز للہ عارفہ (۱۳۲۰۔۱۳۹۲ء) کے کلام سے ہوتا ہے۔ بہ قول ڈاکٹر یوسف بخاری (۱۹۳۹۔۲۰۱۹ء):

> " للہ دید اور نند ریشی کی شاعری برہمنیت اور ملائیت کے خلاف ایک واضح جہاد ہے۔ یہ شاعری انسان کو اپنی عظمت اور انابلند کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔"(۱)

چودھویں صدی کا ابتدائی دور جابر ہندو حکم رانوں، بااثر سازشی برہمنوں، فرسودہ مذہبی رسم ورواج اور زوال آمادہ استحصال معاشرے میں خانہ جنگی کو ہوا دینے والے چھوٹے بڑے جاگیر داروں کی سر گرمیوں کی عبرت آموز تصویر پیش کرتا ہے۔ للہ عارفہ نے اپنے فرسودہ سماج کے ایسے نااہل حکم رانوں اور مذہبی ٹھیکے داروں کے خلاف آواز اُٹھائی۔ کہتی ہیں:

پٔرتھ   تہ   بوزتھ   برہمن   ژھٹن
آگر   گھٹن   تہند   وید   سیتی
پٹنچ   سن   نتھ   تھون   مٹن
مُت   من   گژھکھ   اہنکاری(۲)

ترجمہ: برہمن کو علم او تجربے سے اگرچہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ذات پات کی تقسیم مصنوعی ہے، پھر بھی وہ کسی پنچ ذات دکھنے والے کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ لوگوں کو اس پاک ذات (یعنی شِو) سے کبھی آگاہ نہیں ہونے دیں گے۔ برہمن اس بات کو چھپا کر رکھیں گے اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ اس طرح سے ان کا گم راہ من مغرور ہو جائے گا اور ان میں خود پرستی پیدا ہو گی۔ کشمیر کے نام ور ادیب برج پریمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''للہ ہر حساس اور بڑے فن کار کی طرح باغی تھیں ان کی شاعرانہ عظمت یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہر اُس روش اور طرز فکر کے خلاف احتجاج کیا جو لوگوں کو غلط راستے پر لے جا رہا تھا۔ خواہ وہ سماجی اعتبار سے غلط راستہ تھا یا دینی اعتبار سے۔''(۳)

للہ عارفہ نے مذہبی زندگی کے ساتھ سماجی زندگی کی غیر یقینی صورت حال سے فائدہ اٹھانے والوں کے خلاف نعرۂ حق بلند کیا ایک جگہ لکھتی ہیں:

گاٹلاہ اکھ وچھم بوچھ سیتی مران
پن زن ہر٘ان پُہنہ واو لہہ
نیش بود اکھ وچھم وازس ماران
تنہ لل بو پراران ژ ھنیم ناپراہ(۴)

ترجمہ: میں نے ایک ہوش مند شخص کو بھوکوں مرتے دیکھا۔ اس کی حالت ایک خزاں زدہ پتے کی مانند تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک نادان کو دیکھا جو باورچی کو اس لیے مار رہا تھا کہ وہ کھانے میں ذائقہ پیدا نہ کر سکا۔ انھی ناانصافیوں نے للہ کا دل دنیا سے بیزار کر دیا تھا۔

گویا کشمیری شاعری کے بنیادی خدوخال متعین کرنے میں حالات و واقعات کے علاوہ للہ عارفہ اور نورالدین ریشی کا بھرپور کردار رہا ہے۔ پہلے دور کے بعد کشمیری شعرا جن شخصیات سے متاثر ہوئے ان میں ملا طاہر غنی کاشمیری (۱۶۳۰۔۱۶۸۸ء)، علامہ اقبال (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)، منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷۔۱۹۴۵ء)، غلام احمد مہجور (۱۸۸۷۔۱۹۵۴ء)، عبدالاحد آزاد (۱۹۰۳۔۱۹۴۸ء) اور سعادت حسن منٹو (۱۹۱۲۔۱۹۵۵ء) جیسے بلند قامت نام شامل ہیں۔ کشمیر کے عظیم فارسی گو شاعر غنی کاشمیری کا یہ شعر مزاحمتی شاعری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے:

در معرکہ صد زخم رسد گر بہ تن ما　　　زان بہ کہ بود داغ سپر بر بدن ما

ترجمہ: اگر میدان جنگ میں ہمارے بدن پر سو زخم بھی آئیں تو اُس سے کہیں بہتر ہے کہ ہمارے بدن پر ڈھال کا داغ پڑے۔

جب جب کشمیر پر قابض حکم رانوں نے ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے تب تب اُس کے خلاف آوازیں بلند ہوتی رہیں مگر یہ آوازیں اُس وقت سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر گئیں جب ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء

کا واقعہ رونما ہوا۔ یہ کشمیر کی سیاسی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اُس دن تحریک حریت کشمیر کی ابتدا خون شہدا سے ہوئی۔

ریاست جموں و کشمیر کے سیاسی و سماجی حالات نے وہاں کے شاعروں کو نئے نئے موضوعات پر قلم آزمائی کا موقعہ دیا۔ اس کے ساتھ برصغیر کے اکثر شاعروں اور ادیبوں کے نظریات نے بھی کشمیری ادب پر خاصا گہرا اثر ڈالا۔

بیسویں صدی اپنے آغاز سے پہلے ہی کش مکش اور افراتفری کا شکار تھی اور یہ کیفیت کسی ایک خطے یا علاقے کی نہیں تھی بل کہ پوری دنیا اس کا شکار تھی۔ اس دور میں برصغیر میں کئی نام ور اور عظیم شاعر اُبھر کر سامنے آئے۔ ان میں سب سے بڑا نام علامہ اقبال کا ہے۔ اقبال کے کلام کا وادی کشمیر کے شعرا پر خاص اثر و نفوذ تھا۔ اقبال کشمیری الاصل تھے۔ اُن کا دل اپنے وطن کی حالت زار پر خون کے آنسو روتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کلام میں جابجا کشمیریوں کو مخاطب کر کے غلامی کی زنجیریں توڑنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کشمیریوں کو اُن کا شان دار ماضی یاد دلاتے ہیں:

آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ ہے کہاں روز مکافات اے خدائے دیر گیر

(ارمغان حجاز)

چناں چہ کشمیر کے شعرا نے اقبال کے کلام کی پیروی کرتے ہوئے انقلاب کا نعرہ لگایا اور ہزاروں سال پرانی روایات کے خلاف بغاوت کی آواز بلند کی اور نیا ادب وجود میں لائے۔ اس کا باضابطہ آغاز غلام احمد مہجور اور عبدالاحد آزاد سے ہوتا ہے۔ مہجور اور آزاد دونوں ہی ایسے شاعر ہیں جنھوں نے روایتی شاعری سے ہٹ کر ڈوگرہ مہاراجہ کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی اور اپنی خوابیدہ قوم کو اپنے اشعار کے ذریعے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ مہجور کی مشہور نظم ''ولو ہا باغوانو'' کو کشمیر میں ایک ترانے کی حیثیت حاصل ہوگئی:

کری کس بُلبُلا آزاد پنجرس منزٕ نالان چھُکھ
ژ پنہ نے دستہ پنہ نین مشکلن آسان پیدا کر(۵)

ترجمہ: اے کشمیری قوم تو جو پنجرے کے اندر آہ وفغاں کر رہی ہے، تجھے تیری قید سے کون آزاد کرائے گا۔ تمھیں اپنے ہاتھوں سے خود ہی اپنی مشکلات کا حل نکالنا ہے۔

عبدالاحد آزاد(۱۹۰۳-۱۹۴۸ء): مہجورؔ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے نہ صرف کشمیریوں کے افلاس کس مپرسی، بھوک، ناداری کا مشاہدہ کیا تھا بل کہ خود بھی ان مشکل حالات کا سامنا کیا۔ کشمیر کے حالات وواقعات نے ان کے دل میں ایک آتش فشاں کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ شاید انھی وجوہات کی بنا پر آزاد نے انقلاب کے نغمے اس شدت سے گائے کہ صدیوں کے منجمد خون میں حرارت پیدا ہو گئی۔ کلام ملاحظہ ہو:

غور کر اے نوجوان بور پٮ۪ن چھےٖ گوبان
نندر تُلن والِ چاۂنِ پاۂنہ گمتی مست خاب
انقلاب ان انقلاب، انقلاب ان انقلاب(٦)

ترجمہ: اے نوجوان ذرا غور کر تجھ پر بوجھ پڑ رہا ہے۔ تیری ذمہ داریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زمانہ تجھ سے سخت ترین امتحان لے رہا ہے۔ مگر افسوس کے تجھے خواب گراں سے بیدار کرنے والے خود گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ انقلاب بپا کر، انقلاب بپا کر۔

جب ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند ہوئی اور ہندوستان و پاکستان معرض وجود میں آئے، کشمیر کی مسلم اکثریت کی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملنا تھا لیکن بھارت کی مکاری سے ایسا نہ ہو سکا۔ بھارت اور ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا اور کشمیر ایک بار پھر غلامی کی زنجیر میں بندھ گیا۔ اس قبضے کے خلاف صدائے احتجاج آج بھی جاری ہے۔ چناں چہ ۱۹۴۷ء کے بعد کی شاعری میں ہندوستانی فوج کے مظالم اور ہندوستان کے جبری الحاق کے حوالے سے احتجاج نظر آتا ہے جس کا اظہار جدید کشمیری شعرا نے بھرپور کیا ہے۔

امین کامل(۱۹۲۴۔۲۰۱۴ء): بیسویں صدی کے کشمیری شعرا میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ شفیع شوق جو کشمیری زبان کے نامور ادیب اور شاعر ہیں امین کامل کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''امین کامل چھُ وُہمہ صدی ہندۂ عہد ساز شاعر یمِی سُند اثر واریہہ ہس کالس سانین سارنے شاعرن پیٹھہ رودتہ وُنہِ تہِ چھُہ۔'' (۷)

ترجمہ: امین کامل بیسویں صدی کے عہد ساز شاعر ہیں جن کا اثر خاصے عرصے تک ہمارے سب شاعروں پر رہا اور اب بھی ہے۔

امین کامل کی شاعری میں ہمیشہ ظلم و جبر اور عوامی حقوق کے استحصال کے خلاف بغاوت کا جذبہ نمایاں رہا ہے جس کا اظہار وہ کبھی واشگاف الفاظ میں اور کبھی اشاروں کنایوں میں کرتے نظر آتے ہیں۔ امین کامل نے اپنی نظم "تائے نامہ" میں بھارتی الحاق کو ایک مفاد پرست ٹولے کی سازش بتایا ہے۔ امین کامل نے ایسے بے ضمیر اور مفاد پرست لوگوں کے ساتھ ایسے دانش وروں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو صرف حکم رانوں کو خوش کرنے کے لیے اپنا قلم استعمال کرتے ہیں نا کہ عوامی مسائل کی ترجمانی کے لیے، مثال کے طور پر:

سأنی دأنشور کران حاتم بنتھ   اگر مگرن ہنز سخاوت تائے تائے (۸)

ترجمہ: ہمارے دانش ور ایسے ہیں کہ جو حاتم بن کر صرف اگر اور مگر کی سخاوت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اُن کے قلم اپنے ہم وطنوں کے دُکھوں کے ترجمان نہیں۔

ڈاکٹر یوسف بخاری، امین کامل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"امین کامل ایسے شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک خود دار زخمی مزاج کی آواز ہے۔" (۹)

دینا ناتھ نادم (۱۹۱۶۔۱۹۸۸ء): دینا ناتھ نادم نے کشمیری شاعری کو نیا آہنگ دیا۔ نادم کشمیری ادب کے ترقی پسند شعرا میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں کشمیری عوام کو اُن کا شان دار ماضی اور اس کی اہمیت بتائی ہے۔ وہ کشمیریوں کو ظالم اور ظلم کے خلاف اپنی تمام قوتوں کو یک جا کرنے کا پیام دیتے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ژِ نار چھُکھ، الائو چھُکھ / ژِ یاونک جلاو چھُکھ
مہ روزاو بر تلِ کھُٹتھ / ژِ نیر کوہ تہِ وَن ژٹتھِ
طفان تل، طفان بن! / ژِ میر کاروان بن
کشیرِ پاسبان بن / تلک پیٹھ زبان بن (۱۰)

ترجمہ: تم آگ ہو، آلاؤ ہو۔ اے کشمیری نوجوان تم جوانی کے جوش سے لبریز ہو۔ اس لیے اپنے آپ کو چھپانے کی بہ جائے تم جنگل اور کوہ ساروں کو چیر کر سامنے آؤ اور مشکل حالات کا سامنا کرو۔ طوفان بن کر طوفان برپا کرو۔ میر کارواں بن کر کشمیر کے پاسبان بن جاؤ۔ کشمیر میں انقلاب کی ایسی آواز بنو کہ سب کچھ اُلٹ پلٹ دو۔

حسین علی انصاری (۱۹۱۴ء۔۱۹۶۹ء): حسین علی انصاری نے اپنی شاعری کو ظلم کے خلاف احتجاج کا ذریعہ بنایا۔ ان کا اردو کلام **شبنمستان** اور کشمیری شاعری **فرات کے نام** سے شایع ہوئی۔ **فرات کے نام** کے مجموعے کو جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی نے انعام سے نوازا۔ کشمیری زبان میں اپنی مشہور نظم ''شہر آشوب'' میں انھوں نے کشمیریوں کی انفرادی اور اجتماعی کم زوریوں کے ساتھ ساتھ حکومت کی ہر سطح پر پائی جانے والی بے ضابطگیوں کو نشانہ بنایا ہے۔ بہ قول تری لوک ناتھ دینا:

> He raises his voice against tyranny, dearness poverty and idiots in position of power and prestige. (11)

ترجمہ: انھوں نے اپنی آواز ظلم، مہنگائی، غربت اور اقتدار میں بیٹھے ہوئے نااہل اور عاقبت نااندیش حکم رانوں کے خلاف بلند کی۔

دُشمن کھیٔ تن کھونہ ویٹہ کھوڑ
زانہہ چھنہ سیخن کھژمژ دال
آنہ گوٹ لر پھٹ ہائز
ڈر چھم نائو زانہہ لگہ نہ بال (۱۲)

ترجمہ: دُشمن (ہندوستان) چاہے ایڑی چوٹی کا زور لگالے کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لیے کہ کبھی دال سیخ پر نہیں چڑھ سکتی۔ طوفان اور اندھیرے میں ٹوٹے ہاتھوں ملاح کیا کر سکتا ہے۔ یہی خوف کھائے جارہا ہے کہ یہ کشتی کبھی کنارے لگے گی کہ نہیں۔

شمیم احمد شمیم (۱۹۲۹ء۔۱۹۸۲ء): شمیم کو کشمیری، اُردو اور انگریزی زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ اپنے وطن کے حالات پر اُن کا دل کڑھتا تھا۔ اہل کشمیر کی مظلومیت سے متعلق جو تاثرات و جذبات ایک کشمیری کے شاعر کے ہو سکتے ہیں وہ ان سے مخصوص ہیں۔ لکھتے ہیں:

احمد شمیمو چون وطن لو کہ اتھن منز
وُچھ ٹیٹوالک حال وُچھ پانژال ونے کیاہ(۱۳)

ترجمہ: اے شمیم دیکھ تیرا وطن دشمن کے ہاتھ میں ہے۔اس دشمن نے ٹیٹوال اور پیر پنجال کی وادی میں جو ظلم ڈھائے ہیں ان کا حال دنیا کے سامنے ہے۔

میر عبدالعزیز(۱۹۲۴ـ۲۰۰۰ء): میر عبدالعزیز کشمیری زبان کے نام ور صحافی اور شاعر تھے۔ اپنے وطن کے تکلیف دہ حالات کو بیان کرتے ہوئے کشمیر کے مشہور صوفی شاعر نور الدین رشی (۱۳۷۷ـ۱۴۳۸ء) کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کاش پھر تیرا وطن آزاد ہو آباد ہو
اس پہ چمکے نورِ ایماں شیخ نورالدین ریشی
کفر و استبداد کے پنجے سے مل جائے نجات
پھر سے غالب ہو مسلمان شیخ نورالدین ریشی(۱۴)

میر عبدالعزیز کو اپنے وطن کی غلامی کے خلاف بولنے پر بھارتی حکومت نے ملک بدر کر دیا تھا۔ چناں چہ وہ پاکستان تشریف لے آئے۔ اپنی زندگی کا باقی حصہ یہیں گزار دیا۔ انھوں نے کشمیریوں کے دلوں میں مچلنے والی آرزو کا اظہار کچھ اس انداز میں کیا ہے:

اَتھ کتھ پٹھ اسہِ ایمانے ... بنہ کشمیر پاکستانے
نیرن سارٔی ارمانے... بنہ کشمیر پاکستانے(۱۵)

ترجمہ: اس بات پر ہمارا (کشمیریوں کا) ایمان ہے کہ کشمیر بنے گا پاکستان۔ ہمارے سارے ارمان پورے ہوں گے جب کشمیر پاکستان بنے گا۔

طاؤس بانہالی(۱۹۳۳ـ۲۰۰۰ء): طاؤس کشمیری زبان کے نام ور شاعر اور ترجمہ نگار تھے۔ وہ ایک جاں باز سپاہی کی طرح ظالم کے لشکر سے ٹکرانے کا حوصلہ تو رکھتے تھے مگر ساتھ ہی اپنی ناطاقتی کے غم کو محسوس بھی کرتے تھے۔ ''شہدائے کشمیر کی یاد'' ان کی چھوٹی سی نظم ہے جس کا انھوں نے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ لکھتے ہیں:

کنجِ غربت میں یوں رہے طاؤس
دھڑکنوں سے وطن کی بات چلی(۱۶)

پروفیسر غلام محمد شاد(۱۹۳۸۔۲۰۱۷ء): کشمیر کے گھٹن زدہ ماحول میں جن شاعروں نے مزاحمتی ادب کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا وہ داد و تحسین کے قابل ہیں۔ان شعرا میں سے ایک نام پروفیسر غلام محمد شاد کا بھی ہے۔انھوں نے اپنے فارسی، کشمیری، اردو کلام میں کشمیریوں کے احساسات کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔شاد نے بارہا اپنے اردو اور کشمیری کلام میں کشمیر اور کشمیری سماج کی تکالیف کا دردمندانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے اور آنے والے وقت کے حوالے سے خبر دار کیا ہے۔لکھتے ہیں:

غافلو وق قریب چھُے
برونٹھ سفر مہیب چھُے
پردِ اَچھن عجیب چھُے
پان پُنن ژرے چھُے عدو(۱۷)

ترجمہ: غافلو وقت قریب ہے۔آگے کا سفر خوف ناک ہے۔تمھاری آنکھوں کے آگے غفلت کا ایسا عجیب پردہ پڑا ہے کہ اپنا آپ ہی دشمن نظر آرہا ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد کا دور نہایت اہم ہے کیوں کہ کشمیر میں یہ زمانہ زبان بندی کا ہے۔محب وطن اور حریت پسندوں کو یا تو جیلوں میں محبوس کر دیا گیا تھا یا پھر ملک بدر۔اس دور کی شاعری گھٹن زدہ اور مصلحت آمیز شاعری کے ذیل میں آتی ہے۔

دورِ حاضر میں جب ہم کشمیری ادب کا بہ غور جائزہ لیں تو ہمیں حاکم وقت کے خلاف بلند کرنے والی آوازیں بہت کم نظر آتی ہیں یا دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مزاحمتی رنگ کشمیری ادب میں آٹے میں نمک کے برابر ہے۔شاید اس کی وجہ خوف اور ڈر کی وہ فضا ہے جو کشمیر میں ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔

بہ ہر حال جب تک کشمیر جنت نظیر میں آزادی کا سورج طلوع نہیں ہوتا وہاں کے شعرا اسی طرح آزادی کے ترانے لکھتے اور پڑھتے رہیں گے اور ظالم حکم رانوں کے خلاف اپنی آوازیں بلند کرتے رہیں گے۔خواہ یہ آوازیں دھیمی ہی کیوں نہ ہوں کیوں کہ کسی بھی تحریک کو زندہ جاوید بنانے کے لیے خلوص سے بھرے جذبات واحساسات کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

حوالے

(۱) یوسف بخاری،کشمیری زبان و ادب کی مختصر تاریخ،(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۲ء)،۳۰۷۔

(۲) جیالال کول،لل دید،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، کشمیر، ۱۹۸۴ء)، ۲۷۱۔

(۳) برج پریمی، کشمیر کے مضامین،(سری نگر: تپسیا، نئی پورہ کشمیر، ۱۹۸۹ء)،۱۵۲۔

(۴) جیالال کول، لل دید،۷۰۔

(۵) عبدالاحد آزاد،کشمیری زبان اور شاعری،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، کشمیر،۱۹۵۹ء)، حصہ سوم،۳۵۶۔

(۶) یوسف ٹینگ، کلیات آزاد،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز کشمیر، ۱۹۸۳ء)،۲۳۲۔

(۷) شفیع شوق،ناجی منور،کأشر زبان تہ ادبک تواریخ،(سری نگر: علی محمد سنز کشمیر،۲۰۱۲ء)،۴۱۸۔

(۸) امین کامل، کاشرہ اَسَن ترایہ،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، کشمیر، ۱۹۶۶ء)،۱۰۳۔

(۹) یوسف بخاری، کأشر غزل، (لاہور: شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، پاکستان، ۱۹۹۴ء)،۴۸۔

(۱۰) محمد یوسف ٹینگ ،شیرازہ (دیناناتھ نادم نمبر)،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، کشمیر،۱۹۸۹ء)،۹۔

(11) Triloknath Raina, A History of Kashmiri Literature, (Delhi: Sahitya Academy, 2002), p.130.

(۱۲) ایضاً۔

(۱۳) شمیم احمد شمیم،دگ تہ داغ،(سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، کشمیر، ۱۹۸۹ء)،۲۵۔

(۱۴) میر عبدالعزیز،حضرت شیخ نورالدین ولی،(راولپنڈی: مرکز ادب و ثقافت کشمیر، پاکستان، ۱۹۸۰ء)،۳۵۔

(۱۵) میر عبدالعزیز، کشمیری زبان سیکھنے کیلئے بعض بنیادی رہنما اصول، (راولپنڈی: مرکزادب وثقافت کشمیر، پاکستان،۱۹۸۰ء)،۳۴۔

(۱۶) حبیب کیفوی، کشمیر میں اردو،(لاہور: مرکزی اردو بورڈ پاکستان،۱۹۷۹ء)،۴۰۵۔

(۱۷) شفیع شوق، ناجی منور، کاشر زبان تہ ادبک تواریخ،(سرینگر: علی محمد اینڈ سنز کشمیر، ۲۰۱۳ء)، ۴۴۱۔

REFERENCES

(1) Yousuf Bukharī, Kashmīrī Zabān-o-Adab kī Mukhtāṣar Tārīkh, (Islamabad: Muqtadra Qaumi Zabān Pakistan 2012), p. 307.

(2) Jia Lāl Kol, Lal Dīd, (Sirinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1984) p.271.

(3) Burj Paraimī, Kashmīr Ke Mazāmīn, (Sirinagar: Tapasia Natīpura Kashmir, 1989), p. 152.

(4) Jia Lāl Kol, Lal Dīd, p.70.

(5) ‘Abdul Aḥad Azād, Kashmīrī Zabān aur Shā‘airī (Sirinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1959), part.3, p. 356.

(6) Yousuf Taing: Kuliyāt-i Azād, (Sirinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1983), p. 232.

(7) Shafi’ Shauq, Najī Munavvar, Ka’āshar Zabān te Adbak Tavārīkh, (Srinagar: ‘Ali Muḥammad sons Kashmir 2012), p.418.

(8) Amīn Kāmil, Ka’shra Asan Tarāye, (Srinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1966), p.103.

(9) Yousuf Bukharī, Kāshar Ghazal, (Lahore: Department of Kashmiriat, University of the Punjab 1994), p. 48.

(10) Yousuf Taing, Shīraz (Dina Nāth Nadim Number), (Sirinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1989), p. 9.

(11) Triloknath Raina, A History of Kashmiri Literature, (Delhi: Sahitya Academy, 2002), p.130.

(12) ibid.

(13) Shamīm Aḥmad Shamīm, Dag teh Dāgh, (Sirinagar: Jammu and Kashmir Academy of Art, Culture and Languages Kashmir 1989), p. 25.

(14) Mīr ‘Abdul ‘Aziz, Ḥazrat Shaikh Nor al-Dīn Vali, (Rawalpindi: Markaz-i Adab-o-Sakafat-i Kashmir, 1980), p.35.

(15) Mīr ‘Abdul ‘Aziz, Kashmīrī Zabān Shīkhane k li’e Ba’aẓ Rahnumā Usūl, (Rawalpindi: Markaz-i Adab-o-Sakafat-i Kashmir, 1980), p.34.

(16) Ḥabib Kaifvi, Kashmīr me̱n Urdū, (Lahore: Markazi Urdu Board Pakistan 1979), p. 405.

(17) Shafi’ Shauq, Najī Munavvar, Ka’āshar Zabān te Adbak Tavārīkh, p.441.

❖❖❖